اسلام آباد اسلامیکس، جلد:4، شمارہ:2، جولائی تا دسمبر 2021

ابلاغ سے متعلق اسلامی تعلیمات کی عصری معنویت

A Contemporary Perspective of Islamic Guidelines related to Communication

* عابدہ اقبال: پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

** ڈاکٹر محمد ریاض محمود: ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ABSTRACT

Latest scientific modernization and development in various spheres of life has strongly impacted the human life. One of the most important aspects of human life is its social bondage and linkage with other members of the society. As human nature is that it cannot remain indifferent from his environment and surroundings; hence, to satisfy such desire he has been adopting various means and techniques. Contemporary era of Mass Communication is considered the most advanced and fastest means of communication. While it offers many benefits and dividends for mankind; it also brings miseries, discomfort and chaos, if its usage is irrational and based on bad intentions as religion Islam is based on the system of truth and justice, we can harness the ill effects of mass media through implementation of golden teachings and guidelines of the Holy Qur'an and the Sunnah. Media in accordance with Islamic teachings can play a constructive role in highlighting the genuine issues and problems of the society. At the same time it also discourages the bad practices like propaganda and yellow journalism. This article has been written with an aim to explain the prevailing social issues, their effects and remedial measures in the light of Islamic instructions.

Keywords:*Social bondage, mass communication, bad intentions, golden teachings, propaganda, yellow journalism.*

موضوع کا تعارف

فطرت انسانی اپنے خیالات و احساسات کو دوسروں تک پہنچانے اور خود دوسروں کے حالات سے آگاہی کی متقاضی ہے۔ چنانچہ نسلِ انسانی کی ابتداء سے ہی ابلاغ کا سلسلہ جاری ہے۔ انسان نے ابلاغ کے عمل کو موئثر اور کامیاب بنانے کے لیے مختلف طرق وذرائع استعمال کرتے ہوئے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی ایجادات نے نا صرف انسانی سوچ بلکہ معاشرے کو بھی یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے کی طرح ابلاغ سے متعلق نہایت جامع تعلیمات اور اصول وضوابط مقرر کیے ہیں، ابلاغ کو ایک خاص ضابطہ کے تحت استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ عصر حاضر میں ابلاغ کے اسلامی حوالے سے دیے ہوئے ضابطہ حیات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے بر عکس مغرب اور اس کے پیش کردہ فرسودہ نظریات و تعلیمات کو اہمیت دی جارہی ہے، جس کے باعث ہم ہر لحاظ سے نقصان اٹھا رہے ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہر تہذیب اور معاشرہ میں معلومات اور اطلاعات کی روایات اور پالیسیاں بہت اہم رہی ہیں۔ اقوام عالم کی ثقافتی، تہذیبی، مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی ترقی کا دار ومدار ابلاغ کے موثر استعمال پر منحصر ہے۔ عصر حاضر میں بنی نوع انسان کی ترقی اور آزمائش ابلاغ کے جدید ذرائع کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ ابلاغ لوگوں کے اخلاق و کردار اور عادات وروایات پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں اور ان سے کئی طرح کی مثبت و منفی، نفع بخش و نقصان دہ سماجی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ کے منفی اثرات مثبت اثرات سے بہت زیادہ ہیں۔

موضوع کی اہمیت

ابلاغ کے لیے انسان کو زبان اور قلم دو ذریعے ودیعت کیے گئے ہیں، جبکہ صحافت (پریس) اور میڈیا ہمارے ترقیافتہ دور کی ایجاد کردہ اصطلاحات ہیں۔ پہلے ان اصطلاحات سے انسانوں کے کان مانوس نہیں تھے، لیکن اسلام جو حیات سے لے کر ممات اور فرد کی خانگی زندگی سے لے کر معاشرتی اور سیاسی زندگی کے تمام مسائل کو محیط ہے، اس میں ذرائع ابلاغ کے حوالے سے بھی قرآن و حدیث سے راہنمائی، احکامات و ہدایات موجود ہیں۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے قانون وضع کرتا ہے۔ اسلام کا تصور ابلاغ کسی انسانی فکر کا زائیدہ یا

محض عقلی بنیادوں پر تیار کردہ نہیں ہے، بلکہ قرآن وحدیث سے ماخوذ و مستنبط ہے۔انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائع ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل انہی اسلامی احکامات و ہدایات پر مبنی ہے۔اسلامی تصور ابلاغ کے تحت جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے وہاں اس کو بہت سی اخلاقی شرائط اور سماجی و معاشرتی قوانین کا پابند بھی بنایا گیا ہے، دیگر اسلامی نظریہ حیات کی طرح یہاں بھی توازن واعتدال برقرار رہے۔عصر حاضر میڈیا کا دور ہے، اس میں (مطبوعہ) پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا جلوہ گر ہیں لیکن اگر حالیہ تناظر میں دیکھا جائے تو برقی ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری نے مطبوعہ صحافت کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ الیکٹرانک ذرائع ابلاغ نے ساری کائنات کی معلومات اور اطلاعات کو ایک بٹن دبانے پر حاضر کر دیا ہے۔برقی ذرائع ابلاغ خواہ وہ ریڈیو ہو یا ٹیلی ویژن، کمپیوٹر ہو یا سینما، موبائل ہو یا انٹرنیٹ نے معلومات کی ترسیل میں ہنگامہ برپا کر دیا ہے، ان کی عقابی نظروں سے دنیا کی کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں رہی۔الیکٹرانک میڈیا نے اطلاعاتی میدان میں بہت سے قابل رشک نقوش ثبت کئے ہیں، لیکن ہمارے الیکٹرانک میڈیا کا ہر پہلو اتنا روشن نہیں ہے اس نے تعمیر سے زیادہ تخریب اور اطلاع سے زیادہ اشتہار پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ ہمارے برقی میڈیا کی فتوحات کا دائرہ بہت تنگ جبکہ تخریب و شر انگیزی کا دائرہ پھیلا ہوا ہے۔اس نے معاشرے میں فحاشی و عریانیت، بے ہودگی اور اباحیت کو فروغ دینے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا ہے آج زیادہ سے زیادہ منفعت اندوزی کی ہوس نے برقی ذرائع ابلاغ کو شدید متاثر کیا ہے۔میڈیا پہلے سچائی کا عکاس، غیر جانبدار، مذہب، ذات پات اور اونچ نیچ سے مبرا تھا، لیکن اب میڈیا نے فرقہ پرستی، مزید سے مزید کی ہوس اور غیر اخلاقی رویوں کی تشہیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔آج کے ذرائع ابلاغ قوم میں بے چینی، تشدد اور مار دھاڑ کی سیاست کو جنم دے رہے ہیں، لادینیت ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے اور اسلامی نظام حیات سے نفرت ان کے اشاروں کنایوں سے ظاہر ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کو سیاسی انارکی سے نکال کر تعمیری و فلاحی تربیت دی جائے قوم میں اسلامی نظریات کو پختہ کیا جائے اور ان کی فکری تربیت کیلئے معقول انتظام و انصرام ہو تو یہی ذرائع ابلاغ قوم و ملت کیلئے مفید اور ان کیلئے سکھ چین کی آماجگاہ بن سکتے ہیں۔انہی کے ذریعے ہی پاکستان میں نفاذ اسلام کو عملی شکل دینا ممکن ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر جزوی طور پر ہونے والا کام درج ذیل ہے:

۱۔ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، نذر الحفیظ ندوی، لکھنو

۲۔ تاریخ صحافت، محمد افتخار کھوکھر، اسلام آباد

۳۔ ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، کنور محمد دلشاد، اسلام آباد

۴۔ ابلاغ عام، مہدی حسن، لاہور

۵۔ اسلام کا نظریہ ابلاغ، محمد افتخار کھوکھر، اسلام آباد

۶۔ جدید ابلاغ عام، مہدی حسن، اسلام آباد

۷۔ جدید ذرائع ابلاغ کی شرعی حیثیت اور ان میں دعوت و تبلیغ کے مواقع (تحقیقی جائزہ) مقالہ نگار: قاسم منصورہ، پی ایچ ڈی، کراچی یونیورسٹی

۸۔ ابلاغ کا قرآنی تصور، مقالہ نگار: راجہ عبدالقیوم خان، ایم فل، ۲۰۰۰ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

۹۔ اسلام میں صحافتی اخلاقیات کا تصور اور پیمرا قوانین، مقالہ نگار: سمیرا خان، ایم فل ۲۰۱۳ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

۱۰۔ معاشرتی اقدار پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، مقالہ نگار: احتشام خالد، ایم فل ۲۰۰۹ء

۱۱۔ پاکستان کی نوجوان نسل پر الیکٹرونک میڈیا کے اثرات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ، ایم فل ۲۰۱۱ء، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

موضوع کو تحقیق کے لیے منتخب کرنے کی اہم وجہ عصر رواں کے نہایت اہم ذرائع ابلاغ سے متعلق اسلامی تعلیمات اور انہی تعلیمات کے مطابق استعمال کرکے معاشرے پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات کا تذکرہ کرنا ہے۔

ابلاغ کا مفہوم

ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ بَلَغَ یعنی ب ل غ ہے۔ ابلاغ کے معنی پیغام کی ترسیل[1]، مقصد اور غرض و غایت کو آخری حد یا انتہا درجہ تک پہنچا دینا[2]، بھیجنا، پیغام، اطلاع اور خبر[3] وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاح میں ابلاغ سے مراد:

"ابلاغ اس ہنر یا علم کا نام ہے، جس کے ذریعے کوئی شخص کوئی اطلاع، خیال یا جذبہ کسی دوسرے تک منتقل کرتا ہے۔"[5]

ڈاکٹر مہدی حسن[6] ابلاغ کی تعریف بیان کرتے ہیں: "دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے کا عمل ہے۔"[7]

ڈاکٹر محمد شفیق جالندھری[8] کے مطابق:

"ابلاغ معلومات دینے، لینے اور ان کا تبادلہ کرنے کا نام ہے۔"[1]

---

[1] اصفہانی، ابی القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن (دار المعرفۃ، بیروت، س ن)، ص: ۶۱
Asfahani, Abu Qasim Husain Bin Muhammad,Al-Mufradat(Dar marifat,Beroot),P:61

[2] لوئیس معلوف، المنجد، مترجم،، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء)، ص: ۷۳
Lois Maloof,Al-Munjad,(Maktaba Qudosia,Lahore),P:73

[3] ابنِ منظور، لسان العرب (دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)، ۲/۱۴۴
Ibn e Manzoor,Lisan ul Arab(Dar e Sadir,Beroot),2/144

[4] قاسمی، وحید الدین، القاموس الوحید (ادارہ اسلامیات، لاہور، جون ۲۰۰۱ء)، ص: ۱۷۹
Qasimi,Waheed ul Din,Al-Qamoos ul Waheed(Idara Islamiat,Lahore,2001),P:179

[5] سعدی، نفیس الدین، ابلاغِ عامہ اور دورِ جدید (ڈیسنٹ پریس، کراچی، ۱۹۸۶ء)، ص: ۱۳
Sadi,Nafif ul Din,Iblagh e aama aur Dour e Jadeed(Decent Press,Karachi,1986),P:13

[6] ڈاکٹر مہدی حسن ایک مشہور ماہر ابلاغیات، استاد، محقق اور صحافت و ابلاغ کی متعدد کتب کے مؤلف ہیں جن میں ابلاغ عام، تصویری صحافت، جدید ابلاغ عام اور صحافت اور نفسیاتی جنگ قابل ذکر ہیں۔

[7] مہدی حسن، ابلاغ عام (مکتبہ کاروان، لاہور، ۱۹۷۴ء)، ص: ۱۵
Mehdi Hassan,Iblagh e aam(Maktaba Karwan,Lahore,1974),P:15

[8] ڈاکٹر محمد شفیق جالندھری ایک نامور ماہر ابلاغیات، صحافی، مصنف اور مؤلف ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں جامعہ پنجاب، لاہور سے "لاہور کے اردو اخبارات کا سیاسی کردار: اگست ۱۹۴۷ء تا جولائی ۱۹۷۷ء" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ تحریر کر کے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ آپ کی اہم تالیفات میں تعلقات عامہ اور ابلاغ عام، صحافت اور ابلاغ، صحافت اور صحافی، فیچر نگاری اور کالم نگاری شامل ہیں۔

ابلاغ کی لفظی ہیئت کسی بھی جہت سے ہو لیکن معنی ایک ہی ہیں،یعنی اپنی بات، خیال یا اطلاع کو کسی بھی ذریعہ :اشاروں،خاکوں، تصویروں، نقشوں، لفظوں، آوازوں، رویوں،اخبارات، مجلات، آلات، مشینوں اسے ایک شخص یا جگہ سے دوسرے شخص یا جگہ تک پہنچانا یا منتقل کرنا اور پہنچانے کا انداز اس قدر مؤثر ہو کہ ہمارے جذبات، محسوسات، خیالات،اطلاعات، تجربات، معلومات اور نظریات دوسروں کو بخوبی سمجھ آجائیں، اسی عمل کا نام ابلاغ ہے۔

ابلاغ کی اقسام وذرائع

نبی نوع انسان اپنے آغاز وارتقاء سے ہی اپنی بات ،احساسات، جذبات، پیغامات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے مختلف آلات، طرق و ذرائع کو استعمال کر رہا ہے۔ رابطے کے یہ تمام طریقے "ذرائع ابلاغ" کہلاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ وقت، حالات اور موقع و محل کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں، لیکن ہم زیادہ تر ابلاغ کی اس عمومی صورت سے آگاہ ہوتے ہیں جو ہمیں اپنے اردگرد ہر طرف الفاظ اور زبان کی صورت میں نظر آتی ہے۔ ہم اپنی قوت فیصلہ کی مدد سے طباعت یا بصری مواد کا مطالعہ یا مشاہدہ کرتے ہیں۔ قوتِ سماعت کی بدولت سمعی ذرائع سے استفادہ کرتے ہیں۔ کسی شے کو دیکھنا، سننا، چکھنا، چھونا، سونگھنا اور اس سے محسوس ہونے والی اس کی گرمی، سردی، نرمی اور سختی بھی ابلاغ کے مختلف ذرائع ہیں۔ ہم اپنے وقت کا بیشتر حصہ انہی ذرائع ابلاغ میں صرف کرتے ہیں۔اکیسویں صدی عیسوی میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ذرائع ابلاغ کی نت نئی ایجادات نے انسان کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی کئی اقسام ہیں، جن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ مطبوعہ ذرائع ابلاغ (Print Media)

2۔برقی ذرائع ابلاغ (Electronic Media)

3۔ سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media)

---

[1]ملک، لیاقت علی،امور صحافت، جرنلزم (ڈوگر پبلشرز،لاہور،۲۰۰۷)، ص:۱۹

Malik,Liaqat Ali,Umoor e Sahafat,Jarnalism(Dogar Publishers,Lahore,2007),P:19

1۔ مطبوعہ ذرائع ابلاغ

عوام کو باخبر رکھنے والے ذرائع میں مطبوعہ ذرائع ابلاغ کو بنیادی اور قدیم ترین حیثیت حاصل ہے۔ تمام ذرائع جو باقاعدہ چھاپہ خانہ (Printing Press) سے چھپ کر عوام الناس تک پہنچیں مطبوعہ ذرائع کہلاتے ہیں۔ان ذرائع میں اخبارات، رسائل وجرائد اور کتب وغیرہ شامل ہیں۔انھیں عرف عام میں تحریری، کاغذی یا مطبوعہ صحافت بھی کہا جاتا ہے۔مطبوعہ صحافت کی تعریف بیان کرتے ہوئے سیف الرحمٰن[1] لکھتے ہیں : " مطبوعہ صحافت سے مراد ایسے صحیفے (رسائل وجرائد، مجلات وصحائف، ادبی پرچے، کتابی سلسلے اور خبر نامے وغیرہ) ہیں جو باقاعدگی سے شائع ہوں"۔[2]

سہیل انجم[3] مطبوعہ صحافت کی اہمیت وافادیت کے بارے میں لکھتے ہیں: " آج الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پرنٹ میڈیا غیر اہم ہو گیا ہے،اس کی آج بھی اتنی ہی اہمیت ومعنویت ہے جتنی پہلے تھی اور باخبر طبقہ کا خیال ہے کہ اس کی اہمیت آئندہ بھی کم نہیں ہو گی"۔[4]

2۔برقی ذرائع ابلاغ

سادہ اور آسان الفاظ میں برقی ذرائع ابلاغ سے مراد صارف تک معلومات کی رسائی برقی لہروں یعنی الیکٹرانکس یا الیکٹرومکینکل توانائی کے ذریعہ ہوتی ہے۔برقی ذرائع ابلاغ بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں، لیکن گزشتہ چند برسوں میں ان ذرائع کی حیران کن ترقی، وسعت اور ہمہ گیری نے دنیا کو "گلوبل ویلج" (Global Village) بنا دیا ہے۔ دورِ حاضر میں کسی بھی علاقے کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی بلکہ زندگی کے ہر شعبہ تک رسائی ممکن ہو گئی ہے

---

[1] رانا، سیف الرحمٰن ایک پیشہ ور صحافی، مصنف ومؤلف ہیں۔ آپ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ باوجود تلاش کے آپ کے مفصل کوائف نہ مل سکے۔

[2] رانا، سیف الرحمٰن، صحافت (ڈوگر برادرز، لاہور، ۲۰۱۱ء)، ص: ۴۷

Rana,Saif ul Rehman,Sahafat(Dogar Brothers,Lahore,2011),P:47

[3] سہیل انجم جواں سال صحافی، مصنف اور کالم نگار ہیں۔ان کا تعلق نئی دہلی بھارت سے ہے اور قومی آواز، نئی دہلی سے صحافتی وابستگی ہے۔

[4] سہیل انجم، میڈیا روپ اور بہروپ، مجموعہ مضامین (نئی دہلی، انڈیا، نومبر ۲۰۰۶)، ص: ۵۰

Suhail Anjum,Media Roop aur Behroop, Majmooa Mazameen(New Dehli,India,2006),P:50

اور لوگوں میں اسی بناپر تجسّس و تحقیق کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

3۔ سماجی ذرائع ابلاغ

موجودہ برق رفتار ٹیکنالوجی کے دور نے کمپیوٹر کو مختصر کرتے ہوئے لیپ ٹاپ (Laptop)، ٹیبلٹ (Tablet) اور سمارٹ فونز (Smart Phones) میں تبدیل کر دیا ہے۔ درحقیقت ان کی سحر انگیزیاں انٹرنیٹ پر منحصر ہیں۔ انٹرنیٹ کے بغیر یہ تمام ذرائع محض پلاسٹک یا دھات کے ڈبے ہیں۔ سماجی ابلاغیات، سوشل میڈیا بھی انٹرنیٹ کی مرہونِ منت ہیں۔ سوشل میڈیا، انٹرنیٹ بلاگز (Internet Blogs)، پیغام رسانی کے سمارٹ فون ایپس (Apps)، سماجی روابط کی ویب سائٹس (websites)، ای میل (Electronic mail) اور ایس ایم ایس (Short Message Service) پر مشتمل ہے۔ ان ذرائع کے ذریعے متنی (Textual)، تصویری (Pictorial)، سمعی (Audio) اور بصری (visual) مواد کی بار گزاری، (Uploading) ارسال (posting) اور اشتراک (sharing) ممکن ہو گیا ہے۔[1] اکیسویں صدی کو ہم طلسماتی دور سے منسوب کریں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ سماجی رابطے کے ذرائع کی بدولت دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر گئی ہے اور ان ذرائع کو استعمال کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذرائع کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ ایک غیر محسوس طریقے سے دنیا کو اپنے سَحر میں جکڑ رہی ہیں۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی صورت میں معلومات کی آسان اور جلد فراہمی، تحقیق، اظہار رائے اور باہمی سماجی روابط نے زندگی کو نہایت سہل بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس ان ذرائع کے بیجا اور غیر محفوظ استعمال نے انسانی زندگی پر منفی اثرات نقش کیے ہیں۔ مثلاً دھوکہ دہی، غلط بیانی، سائبر کرائم، جسمانی اور نفسیاتی بیماریاں وغیرہ۔

ابلاغ کی اسلامی تعلیمات اور ان کی عصری معنویت

عصرِ حاضر کی جدید سائنسی ایجادات نے انسان کے طرزِ زندگی اور طرزِ فکر کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ اس ترقی نے ذرائع

---

[1] شاہد اقبال، سوشل میڈیا، صحافت کی نئی معراج، کتاب: اکیسویں صدی میں اردو صحافت (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۶ء)، ص: ۲۷۸

Shahid Iqbal ,Social Media,Sahafat Ki New Meraaj,21st Sadi mein Urdu Sahafat(Educational Publishing House,Dehli,2016),P:278

ابلاغ کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہوئے تمام علوم و فنون اور معلومات تک رسائی ممکن بنادی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی بدولت دنیا سمٹ کر گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں رہائش پذیر افراد ایک دوسرے کے قریب تر ہو گئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ محض ایک ٹیکنالوجی ہیں، اگر ان کو مثبت او رتعمیری مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو اس کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں ،جب کہ منفی مواد اور لٹریچر بھی بکثرت موجود ہے جو انسانی سوچ اور معاشرے پر منفی انداز سے اثر انداز ہو رہا ہے۔ اسلام ایک مکمل دستورِ حیات ہے، جو انسانی تقاضوں کا ادراک کرتے ہوئے نہایت موثر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید دور کے تقاضوں اور ٹیکنالوجی کو حکمت کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کو بروئے کار لاتے ہوئے استعمال کیا جائے۔ اسلام کی ابلاغ سے متعلق تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی کامرانی و نصرت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اسلام کی ابلاغ سے متعلق تعلیمات درج ذیل ہیں:

ا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ابلاغ سے متعلق اسلامی تعلیمات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر (نیکی / اچھائی کا حکم دینا اور بدی / برائی سے روکنا) کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی بعثت اسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے فرمائی اور وجودِ امتِ مسلمہ کا مقصد بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔[1]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو"۔

امتِ مسلمہ کے ہر فرد کی زندگی کا محور اسی زریں اصول کو قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی ابلاغ کی تمام پالیسیاں انہی سنہری قرآنی تعلیمات کے تابع ہونی چاہییں۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے اور اس کے بندوں کو منکرات یعنی برائی کے راستے سے بچانے کے لیے تھی۔ آپ ﷺ کے دل میں اپنے مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے ہر وقت تڑپ، درد، سوز، بے چینی اور بے قراری پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کو پیش آنے والی شدید مخالفت،

---

[1] سورۃ آلِ عمران ۳:۱۱۰

Sourat Aal Imran3:110

تحقیر و تذلیل، استہزا اور ایذا رسانی جیسے حربے بے سود ثابت ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی محنتِ شاقہ سے وجود میں آنے والی امت " خَيرَ أُمَّةٍ " یعنی " بہترین امت " کہلائی اور اس کی شناخت، اصلاح و فلاح "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" ٹھہری، چنانچہ حضرت خدیجہ روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تمہیں بہر صورت نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے روکنا چاہیے، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا، پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکاروگے تو تمہاری پکار مستجاب نہیں ہوگی۔[1]

حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں اہلِ ایمان پر نیکی کا حکم دینا اور حتی الامکان تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے بدی کو روکنا لازم قرار پاتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اپنی زبان سے بھی روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم اس برائی کو) اپنے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ میں معاشرے کے تمام طبقات کو مخاطب کیا گیا ہے۔ صاحبِ اختیار طبقہ کو برائی کو بزورِ طاقت روکنے کا حکم دیا گیا ہے، متوسط طبقہ کے لیے بزورِ زبان بدی کی روک تھام کے لیے جدو جہد کا حکم دیا گیا ہے اور تیسرا وہ کمزور طبقہ جو ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے برائی کے خلاف دل میں غم و غصہ اور نفرت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کے دل میں ایمان زندہ رہے، ورنہ بتدریج ایمان جاتا رہے گا اور دل مردہ ہو جائے گا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک اجتماعی فریضہ ہے جس کا دائرہ کار ہر فرد کو اپنی ذات، اپنے خاندان اور معاشرہ تک پھیلانا چاہیے۔ موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ انسانی زندگی پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ لہٰذا نیکی کی نشر و اشاعت اور برائی کے سدِ باب کو نصب العین بنالینا چاہیے کیوں کہ برائی میں جلد پھیلنے اور نیکی کا راستہ روکنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اس لیے برائی کی حوصلہ شکنی اور سدِ باب کرتے ہوئے نیکی کی حوصلہ افزائی کرکے

---

[1] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۲۱۵۹
Al-Tirmzi,Muhammad Bin Esa,Al-Jame,Kitab ul Fitan,Bab ma ja Fi al-Alme Bil Maroof(Maktaba Rehmania,Lahore,Hadith:2159

معاشرے کو مہلک بیماریوں سے پاک رکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ چشم پوشی

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے صفاتی اسماء الحسنیٰ میں سے ایک اسمِ مبارک "الستار" ہے، جس کے معانی پردہ پوشی یا چشم پوشی کے ہیں۔ چشم پوشی سے مراد کسی کے عیب کا علم ہونے کے باوجود کسی دوسرے کے سامنے ظاہر کرنے سے گریز کرنا ہے۔ رسولِ کائنات حضرت محمد ﷺ ہمیشہ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی فرماتے اور دوسروں کو سختی سے اس کا حکم فرماتے۔[1] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا، اور جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب فاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب فاش کرے گا، یہاں تک کہ وہ اسے اس کے گھر میں بھی ذلیل کردے گا۔[2]

بحیثیت مسلمان ہمارا مذہبی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ دوسروں کے عیب، راز اور پوشیدہ معاملات کو جاننے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی دوسروں کے سامنے ظاہر کریں۔[3] انسان غلطی کا پتلا ہے، زندگی میں اس سے غلطیاں اور گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں لہٰذا ہمیں دوسروں کی عیب پوشی کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے۔ موجودہ دور میں ابلاغ کے ذرائع چشم پوشی تو درکنار معمولی نوعیت کے واقعات و معاملات کو بڑھا چڑھا کر ان کی سرخیاں بناتے ہیں اور ریٹنگ کی دوڑ میں دوسروں پر سبقت لینے کی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں۔ شہرت کے حصول میں مصروف آج کے ابلاغ کے ذرائع حضور ﷺ کی زندگی کے اس خوب صورت پہلو کو یکسر نظر انداز کر کے لوگوں کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں اور معاشروں میں افراتفری، انتشار، بدامنی اور برائیوں کو پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔

---

[1] الترمذی، الجامع کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، ، باب ماجاء فی السترِ علی المسلم، حدیث: ۱۹۳۰
Al-Tirmzi,Muhammad Bin Esa,Al-Jame,Kitabul Birre ,Bab ma ja fil Satr,Hadith:1930

[2] ابنِ ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الحدود، باب ستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبہات (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۲۵۴۶
Ibn e Maja,Muhammad Bin Yazeed,Al-Sunan(Maktaba Rehmania,Lahore),Hadith:2546

[3] زینی، سید عبد السلام، اسلامی صحافت (ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۸۸ء)، ص: ۱۳۳
Zeeni,Syed Abdulsalal,Islami Sahafat(idara Maarif Islami,Lahore,1988),P:133

۳۔ تقویٰ اور خدا خوفی:

یہ ایک ایسا امر ہے جس میں انسان کسی بھی برائی یا ظلم کا ارتکاب ریاست ،حکومت اور معاشرہ کے قانون و روایات کے ڈر کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور خوشنودی کے حصول کے لیے انجام نہ دے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری جب کسی فرد اور معاشرہ میں پروان چڑھنے لگے تو ایسے معاشرہ میں جرائم اور برائیوں کی شرح کم ہونے لگتی ہے۔ ذرائع ابلاغ اس ضمن میں بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حق پر مبنی جرائم کے واقعات کی بروقت نشرواشاعت، مجرموں کو اسلامی قوانین کے تحت سزاؤں کی مناسب طریقے سے رپورٹنگ، جید علمائے دین اور دانشوروں کے اصلاحی مضامین کینشر واشاعت سہ جہتی حکمت عملی (Three Prong Strategy) کہلاتی ہے، جس کے ذریعے معاشرہ میں تقویٰ اور خدا خوفی کو تقویت فراہم کی جا سکتی ہے۔ تمام بنی نوع انسان حضرت آدم اور حوا کی اولاد ہونے کی نسبت سے مرتبہ کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اسلام میں فضیلت اور عزت کا معیار تقویٰ، دینی امور، اللہ کی اطاعت اور نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی کی وجہ سے ہوگا۔[1] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ-[2]

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ ہمارے ہر فعل خواہ جلوت میں ہوں یا خلوت میں، حتیٰ کہ ہمارے دلوں کے ارادوں سے بھی باخبر ہے۔ جب یہ یقین اور ایمان انسان کے دل میں راسخ ہو جائے تو وہ اللہ کے خوف سے ہر قسم کی برائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ا س چیز کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کو بکثرت جنت میں داخل کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ڈر اور

---

[1] سورۃ الحجر ۴۹: ۱۳

Sourat ul Hajar49:13

[2] سورۃ المائدہ ۵: ۸

Sourat ul Maida5:8

اچھے اخلاق۔[1] یعنی سب سے بہتر شخص کا معیار شکل وصورت اور مال و متاع کی بجائے تقویٰ، حسنِ خلق، نیتوں اور اعمال کو قرار دیا گیا ہے، جو اس کے لیے نجات و فلاح کا باعث بنے گی۔[2] تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت مقبول اور قدر و منزلت والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی فرد کی عبادات و اعمال کی قطعاً ضرورت نہیں۔ در حقیقت وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے اور کون شیطان مردود کی پیروی کرتے ہوئے تقویٰ سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ خوفِ خدا اور احساس تقویٰ کی پاسداری کرنے والے ذرائع ابلاغ ہی معاشرے میں ایک مثبت انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد معاشرے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات اور کمزوریوں کی صحیح عکاسی و نشاندہی اسلامی اصولوں کے مطابق سرانجام دیں، تاکہ عوام الناس میں اعتماد پیدا ہو سکے اور حق و باطل کے مابین تمیز کرنے میں مدد مل سکے۔ عوام میں اخلاقی حوصلہ پیدا کیا جاسکے تاکہ وہ اپنے جائز حقوق و مطالبات کے لیے آواز بلند کر سکیں، اس امر کی بدولت عوام میں مستقبل کے نمائندوں کو منتخب کرنے میں مدد ملے گی جو اہل، باصلاحیت، ایماندار، پرہیز گار، عوام دوست اور عوام کی خدمت سے سرشار ہوں۔ تاکہ آنے والے وقت میں یہی منتخب شدہ نمائندے مثبت اور درست فیصلوں کی بدولت عوام کی معاشرتی اور معاشی حالت کو مزید بہتر اور مستحکم کریں گے، معاشرتی برائیوں کا سدِ باب ہوگا اور معاشرہ میں امن اور خوشحالی کا دوور دورہ ہوگا۔

۴۔ عدل وانصاف

عدل وانصاف کا قیام کسی بھی ریاست میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے میں ظلم و ستم اور فتنہ و بے چینی کو صرف عدل وانصاف کے ترازو سے ہی دور کیا جاسکتا ہے۔ جس معاشرے میں عدل و انصاف کا فقدان ہوگا اس کی حکومت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ چاہے وہ کتنی ہی مضبوط اور مستحکم ہو۔ اسلامی تعلیمات میں عدل واحسان کو

---

[1] الترمذی، الجامع، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث: ۲۰۰۴
Al-Tirmazi,Al-Jame ,Kitab ul Birre,Bab ma ja Fi Hussan el Kalakh,Hadith:2004

[2] القشیری، مسلم بن حجاج، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وَخَذلہ واحتقادہ ودمہ وعرضہ ومالہ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۶۵۴۳
Al-Qusheri,Muslim Bin Hajjaj,(Maktaba Rehmania,Lahore),Hadith:6543

پسند فرمایا گیا ہے اور روزمرہ معاملات میں ان پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔[1]

اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عدل و انصاف کی بدولت انسانیت زندہ و جاوید اں ہے۔ اگر ریاست میں عدل و انصاف کا نفاذ یقینی نہ بنایا جائے تو معاشرہ ابلیسی اور طاغوتی قوتوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بارہا عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ عدل کا اطلاق ہر فرد پر اپنی ذات، خاندان، رشتہ داروں، ہمسایوں اور ریاستی سطح تک محیط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام حیاتِ پرُنور عدل پر گزاری اور اپنے اصحابِ کرام کو بھی عدل و انصاف کے قیام کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عدل کرنے والے اللہ عزوجل کے پاس منبروں پر ہوں گے اللہ کے داہنی طرف۔ اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں، یہ عدل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں، اور اپنے اہل و عیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں، ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور عدل و انصاف کرنے والے روز قیامت اللہ کے مقرب ترین لوگ ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو رشتہ ناطہ اور دنیاوی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمیشہ عدل کا پرچم بلند رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو عدل و انصاف کا علم بردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ بابرکت اور تمام تعلیمات عدلِ کامل کا عملی نمونہ تھیں۔ آپ ﷺ نے عدل و انصاف کے معاملہ میں کسی اپنے پرائے کی کوئی تفریق روا نہ رکھی۔ چنانچہ قرآنی آیات اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں عدل و انصاف قائم کرنے والوں کو دنیا میں کامیابی و سرفرازی اور روزِ محشر قربت الٰہی نصیب ہوگی۔ دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے عدل و انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اکثر مبالغہ آرائی اور جھوٹ کی ملاوٹ کرتے ہیں جس کی وجہ سے مظلوم ظالم کے طور

---

[1] سورۃ المائدہ ۵: ۴۲

Sourat ul Maida5:42

[2] القشیری، الجامع، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر، حدیث: ۴۷۲۱

Al-Qusheri,Muslim Bin Hajjaj,Hadith:4721

پر پیش کیا جاتا ہے اور نا کردہ گناہوں کی سزا کا قصوروار ٹھہرتا ہے، جبکہ ظالم بے گناہ قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مظلوم انصاف کے حصول کے لیے مروجہ طریقۂ کار کو اپنانے کی بجائے غیر قانونی اور غیر اسلامی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ جو معاشرے میں بدامنی اور افراتفری کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً ناحق قتل و غارت، لوٹ مار، اغوا برائے تاوان، ڈکیتی، دھوکہ وفریب دہی، رشوت خوری جیسے قبیح جرائم وغیرہ۔ اس طرح برائی کا ناختم ہونے والا سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ذرائع ابلاغ عدل وانصاف جیسے سنہری اصول پر کار بند رہیں تو نا صرف برائی کی روک تھام میں مدد ملے گی بلکہ اس کے معاشرے سے بتدریج خاتمہ بھی ممکن ہو جائے گا۔ جب ایسے معاشرے کی تشہیر ابلاغ کے ذریعے کی جائے گی تو ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد بڑھے گا، وہ بلا خوف وخطر تجارت کے حجم کو بڑھائیں گے اور ریاست کو مختلف ٹیکسوں کی صورت میں خاطر خواہ آمدنی حاصل ہو گی جو کہ عوام کی بنیادی فلاح و بہبود مثلاً صحت، تعلیم، روزگار اور رہائش جیسی بنیادی سہولیات پر خرچ ہو گی۔ عوام کا معیارِ زندگی بہتر ہو گا اور طبقاتی تفریق کے خاتمے میں مدد ملے گی۔ جو معاشرہ میں خوشحالی کی صحیح معنوں میں ضامن ہے۔

۵۔ جوابدہی کا احساس

یہ فانی دنیا بنی نوع انسان کے لیے ایک امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اچھے اور برے اعمال کے لیے جزا اور سزا کا اصول مقرر کیا ہے، جس کے تحت اسے دنیا کی عارضی اور آخرت کی دائمی و ابدی زندگی میں بدلہ ملے گا۔ سزا اور جزا کا احساس انسان کو اعمالِ صالح کی ترغیب و ترویج دیتا ہے اور اعمالِ بد سے منحرف و متنفر کرتا ہے۔[1] چنانچہ جب کسی فرد میں جوابدہی کا احساس پیدا ہو جائے تو اس کی تمام تر توانائیاں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لیے صرف ہوتی ہیں۔ جب یہ جذبہ انفرادیت سے اجتماعیت تک پھیل جائے تو معاشرہ برائیوں سے پاک ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بلا مقصد نہیں پیدا کیا، بلکہ ہر شخص کو اپنی معینہ مدت گزارنے کے بعد اپنے سر کردہ

---

[1] مودودی، سیّد ابو الاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور)، ص: ۴۳

Moudoodi,Syed Abu ul Ala,Islami Tahdib aur Is ke Usool o Mubadi(Islamic Publicasions,Lahore),P:43

اعمال کی جوابدہی کے لیے اللہ کے حضور پیش ہونا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔[1]

کہہ دیجیے کہ تم عمل کرو۔ پس عنقریبِ اللہ تمہارے عمل دیکھ لے گا۔ اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم پوشیدہ اور ظاہر بات کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ یعنی تمام بنی نوع انسان کو اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے ہاں پیش ہونا ہے، جہاں نبی کریم ﷺ اور دیگر اہلِ ایمان بھی حاضر ہوں گے۔ چنانچہ ابلاغ کے ذرائع اگر احساس جوابدہی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں تو معاشرہ پر ان کے پر اثر اور دور رس نتائج برآمد ہوں گے اور شیطان کے چیلوں کی شر انگیز سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے میں مدد ملے گی اور نیکی و بھلائی کے کاموں کے فروغ کے لیے فضا سازگار اور راہ ہموار کرنے میں آسانی ہوگی۔ مثلاً تمام جدید ترقیافتہ ممالک جہاں جوابدہی کے نظام کو باقاعدہ قانون سازی کے تحت نافذ کیا جاتا ہے اس کی عمل داری کو بلا تفریق یقینی بنایا جاتا ہے اور ذرائع ابلاغ اس ضمن میں اپنا بھرپور مثبت کردار ادا کرتے ہیں وہاں غیر قانونی اور منفی رجحانات کی شرح میں کمی پائی جاتی ہے جس کے نتیجے میں جرائم میں کمی، معاشی توازن، خوشحالی اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر بھرپور توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور معاشرہ ترقی اور امن و سلامتی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

٦۔ احساسِ تحفظ

تحفظ کا احساس ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں کلیدی مقام رکھتا ہے۔ جس ریاست کی اوّلین ترجیح اس کے شہریوں کا تحفظ ہو، وہاں معاشی ترقی اور قومی یکجہتی جیسے عناصر پروان چڑھتے ہیں۔ موجودہ دور کے بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں عوام الناس کو تحفظ فراہم کرنے پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جب کہ ترقی پذیر ممالک کے آسودہ حال گھرانے یورپی ممالک اور امریکہ کا رخ صرف اسی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے کرتے ہیں۔ نبی کریم

---

[1] سورۃ التوبہ ۹: ۱۰۵

Sourat ul Touba9:105

ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی بنیادی اور اہم وجہ حکمِ الٰہی کے ساتھ تحفظِ جان بھی تھی۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تمام مفتوحہ علاقوں میں ذمیوں کے جان و مال کا تحفظ ریاست مدینہ کی ذمہ داری تھی۔ مسلمانوں کے اسی احساس تحفظ اور اس کی اخلاقی اقدار کی بدولت غیر مسلموں کی کثیر تعداد جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جان کی حفاظت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔[1]

اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

کسی ایک انسان کی جان کی حفاظت گویا پوری انسانیت کی حفاظت ہے، لہٰذا جو کوئی بھی کسی مصیبت میں ہو حتیٰ الامکان اس فرد کی ہر جائز طریقے سے حاجت پوری کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مؤمن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا خوف و ڈر نہ ہو۔[2] اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہر فرد کے جان و مال اور عزت و آبرو کو دوسروں پر حرام قرار دے کر حفاظت فرما دی۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کو معاشرے میں پائے جانے والے تمام نقائض کو اجاگر کرنا چاہیے، جو تحفظ کے فقدان کا باعث بنیں۔ تاکہ ذرائع ابلاغ کی بروقت نشاندہی کی بدولت ریاستی حکام مناسب اقدامات کرتے ہوئے مسائل کا سدِ باب کریں۔ ذرائع ابلاغ کے اس ذمہ دارانہ اقدام کی بدولت عوام میں نفسیاتی طور پر احساسِ تحفظ پیدا ہو جائے گا اگرچہ ابھی ریاستی اقدام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے ہوں۔ جب عوام میں جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا احساس یقینی ہو تو ان کی ملک کے ساتھ یکجہتی اور وفاداری بڑھ جاتی ہے، جس سے وہ اپنے فرائض کی انجادم دہی زیادہ دلجمعی، قوت اور توجہ کے ساتھ والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔ ملک و قوم کی سالمیت کے لیے ہر لحظہ متحد ہو کر اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس سچی وابستگی کی بدولت ملک اندرونی سازشوں اور خلفشاری سے محفوظ رہتا ہے۔ اجتماعی سطح پر معاشرے اور ملک اندرونی و بیرونی خطرات و آزمائشوں کا متحد ہو کر کامیابی

---

[1] سورۃ المائدہ ۵: ۳۲

Sourat ul Maida5:32

[2] ابنِ ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃِ دم المؤمن ومالہ، حدیث: ۳۹۳۴

Ibn e Maja, Al-Sunan,Kitab ul Fitan,bab Hurmat Dam Momin,Hadith:3934

کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔

۷۔ایثار و قربانی

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت ، معرفت ، خوشنودی اور رضا کے حصول کے لیے اپنی حاجات و ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دینا "ایثار" کہلاتا ہے۔ اہلِ ایمان کے اوصافِ حمیدہ و حسنہ میں سے ایک اہم وصف ایثار بھی ہے جو مسلمانوں کی خاص پہچان اور شناخت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے اس لازوال جذبہ کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[1]

اور ان کے لئے (جنھوں نے اس گھر میں)مدینہ اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا لی ہےاور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں خواہ خود کو سخت حاجت ہو،اور جو کوئی اپنے نفس کے حرص سے بچا لیا گیا وہی لوگ کامیاب (بامراد) ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہلِ انصار کی تعریف بیان کر رہے ہیں انصار کی مہاجرین کے لیے فراغدلی، ایثار، اخوت، محبت اور سخاوت جیسی عظیم خوبیوں کا تذکرہ موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا، اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔[2]

اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو تمھیں صرف اللہ کی رضامندی

---

[1] سورۃ الحشر ۵۹:۹

Sourat ul Hashar59:9

[2] سورۃ الانسان ۷۶:۸۔۹

Sourat ul Insan76:8-9

کے لئے کھلاتے ہیں۔ نا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نا شکر گزاری۔

اللہ کی رضا اور خوشی کے لیے اپنی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر بغیر کسی حرص و تمنا کے دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنے والے ہی فلاح پائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ایثار کی مثالیں ہر موقع پر نظر آتی ہیں، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی تمام حیاتِ مبارکہ ایثار کی خاطر وقف کر دی۔ آپ ﷺ کے ایثار کا عالم یہ تھا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آل محمد ﷺ نے کبھی برابر تین دن تک گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔[1] آپ ﷺ نے کبھی ایک وقت کی خوراک بھی ذخیرہ نہ کی، بلکہ آپ ﷺ اپنی ضرورت کی خوراک بھی مستحقین اور سائلین میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ ﷺ کی خصوصیات کا اعتراف اہلِ ایمان کے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان (چرنے والی) بکریاں مانگیں، آپ ﷺ نے وہ بکریاں اس کو عطا کر دیں، پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے لوگو! اسلام لے آؤ، اللہ کی قسم! بے شک محمد ﷺ اتنا کچھ دیتے ہیں کہ (فقر و فاقہ) محتاجی کا اندیشہ نہیں رہتا۔[2] نبی کریم ﷺ نہایت سخی و فیاض تھے آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل کی درخواست کو رد نہیں کیا، بلکہ اگر آپ ﷺ کے پاس مطلوبہ شے میسر نہ ہوتی تو آپ ﷺ کسی سے اُدھار یا قرض لے کر حاجت روائی فرماتے۔ عصرِ حاضر کا انسان مادیت پرستی کا شکار ہو کر خود غرضی کا شکار ہو گیا ہے۔ اس کیفیت نے معاشرے میں بے چینی و اضطراب کا احساس پیدا کر دیا ہے اور اخلاقی اقدار اس قدر پست ہو گئے ہیں کہ مدد تو در کنار لوگوں کا حق مار کر عالی شان عمارتیں تیار کرتے ہیں۔ آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ ایثار و قربانی جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارک اس خصوصیت کی عملی مثال ہے، کی نشر و اشاعت کریں اور معاشرہ میں ایسی تمام سرگرمیوں کی تشہیر

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمہ، باب ماکان النبی ﷺ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۵۴۱۶

Al-Bukhari,Muhammad Bin Ismael,Al-Jame Al-Saheeh(Maktaba Rehmmania,Lahore)Hadith:5416

[2] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب فی سخائہ ﷺ، حدیث: ۶۰۲۱

Al-Qusheri,Al-Jame Al-Saheeh,Kitab ul Fazail,Bab fi Sakhaihe,Hadith:6021

لازمی کریں جس سے ایثار وقربانی کا سبق ملے تاکہ معاشرے سے خود غرضی، لاپرواہی اور آپسی بغض و عناد کا خاتمہ ہو۔ معاشرے کے غریب، کم خوشحال اور محروم طبقوں کے مسائل اجاگر کرکے خوشحالی کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ معاشی تفریق کے ناسور کا خاتمہ کیا جائے۔ اس امر سے عوام الناس مطمئن اور آسودہ حال زندگی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں۔

۸۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار وروایات

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں معاشرے کے افراد کے مابین باہمی ربط و تعلقات اور معاملات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ انبیائے کرام اور ان کی اقوام کے قصے بکثرت موجود ہیں۔ جس میں ان کی معاشرتی برائیوں پر تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔[1] اسلام انسانی زندگی کے ہر گوشہ و پہلو پر مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اخلاقی اقدار واسلامی روایات کا وسیع منبع اور بیش قیمت ذخیرہ ہیں۔ سچائی، جھوٹ کی لعنت، اخوت و بھائی چارہ، مساوات، عدل وانصاف، صبر و تحمل، عفوو درگزر، ضرورت مندوں اور بے کسوں کی مدد جیسے چند اعلیٰ اخلاقی اقدار کی مثالیں ریاستِ مدینہ میں بکثرت ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میزان میں رکھی جانے والی چیزوں میں سے اخلاق حسنہ (اچھے اخلاق) سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہیں ہے، اور اخلاق حسنہ کا حامل اس کی بدولت روزہ دار اور نمازی کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔[2] دنیا میں ایمان کی کاملیت بہتر اخلاق کو قرار دیا گیا ہے[3] اور روزِ قیامت اعلیٰ اخلاق کے حامل مسلمان اپنے اخلاقِ حسنہ کی بدولت روزے داروں اور عبادت گزاروں کے ہم پلہ ہوں گے۔ دورِ حاضر کے ذرائع ابلاغ اخلاقی اقدار کی مناسب نشرواشاعت اور اس سے متعلقہ معاشرتی مسائل کی نشاندہی کرکے اپنا اہم کردار

---

[1] محمد قطب، مترجم، ساجد الرحمٰن صدیقی، جدید جاہلیت (البدر پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۷۶ء)، ص: ۶۶۵۔۶۶۶

Muhammad Qutab,Jadeed Jahliat(Al-Badar Publicasions,Lahore,1976)P:665-666

[2] الترمذی، الجامع، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث: ۲۰۰۳

Al-Tirmazi,Al-Jame,Hadith:2003

[3] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۴۲۸۲

Abu Daweed,Sulan Bin Ashas,Al-Sunan,Kitab ul Sunnah,bab Al-Dalil(Maktaba Rehmania,Lahore),Hadith:4282

بخوبی ادا کر سکتے ہیں۔ یعنی کارِ خیر مثلاً ایسے بیمار و نادار افراد کے علاج و معالجہ کے اخراجات کی ذمہ داری مخیّر حضرات یا فلاحی تنظیمیں سرانجام دے رہی ہیں، تو ایسے تمام امور کی بھرپور تشہیر کی جائے تاکہ معاشرے کے دوسرے افراد میں بھی اس احساس کو زندہ کیا جائے اور ترغیب دی جائے کہ کسی کی زندگی بچانا کس قدر عظیم اور بلند مرتبہ فریضہ ہے۔ نتیجتاً اس سے مستفید ہونے والے افراد اور ان کے اہل خانہ معاشرے کا مفید اور سود مند عنصر ثابت ہو سکتے ہیں۔ معاشرے سے بے چینی اور جرائم کے خاتمے میں مدد ملے گی۔ معاشرے میں محبت و یگانگت، جذبہ ایثار و قربانی کو فروغ ملے گا۔ اس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ معاشرے پر ذرائع ابلاغ کی اس کاوش کے اچھے ثمرات و اثرات مرتب ہوں گے اور شیطانی قوتوں اور بدی کے خاتمے میں بھرپور مدد ملے گی۔

۹۔ فحاشی و عریانی

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکت پاک ہے اور وہ پاکی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت آدم تا حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی اور فحاشی و بدکاری سے منع فرمایا۔ جو امتیں جنسی بے راہ روی، بدکاری، بد فعلی اور غیر فطری افعال میں ملوث ہوئیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قوانین کے مطابق انجام و سزائیں بھی دیں۔ حضرت لوط کی قوم ہم جنس پرستی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہونے اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کی وجہ سے عذابِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔[1] شریعتِ محمدیہ میں بدکاری و بد فعلی کی سخت سزا (80 درے غیر شادی شدہ اور رجم شادی شدہ) اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ فحاشی و بدکاری کی طرف راغب کرنے والے تمام عوامل مثلاً بے پردگی، غیر محرم مرد وزن کا آزادنہ میل جول، رومانوی فلمیں، ڈرامے، افسانے، اشعار اور نیم عریاں لباس وغیرہ حرام فعل ہیں۔[2] اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے فرماتا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَاِنَّه يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔[3]

---

[1] سورۃ العنکبوت ۲۹: ۲۸۔۲۹

Sourat ul Ankaboot29:28-29

[2] علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور)، ص: ۴۳۳

Alvi,Dr Khalid,Islam ka Masharti Nizam(Al-Faisal Nashran,Lahore),P:433

[3] سورۃ النور ۲۴: ۲۱

اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلے گا تو وہ اسے بے حیائی اور بری باتوں کا ہی حکم دے گا۔

اللہ تعالیٰ مؤمنین کو شیطانی راستوں، چالوں اور وسوسوں سے دوری اختیار کرنے کا حکم فرمارہے ہیں۔ کیوں کہ شیطان صرف برائی، بدی، بد فعلی، بدکاری اور بے حیائی پر انسان کو اکساتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پاک و مقدس ذات فحاشی و منکرات جیسے خصائل کو سخت ناپسند فرماتی ہے۔ اللہ نے انسان کو ظاہراًاور پوشیدہ برائی کا مرتکب ہونے سے منع فرمایا ہے۔دورِ جدید کے ذرائع ابلاغ مغربیطرز پر عمل پیرا ہیں۔حکومت کی قائم کردہ سنسر پالیسی شرعی اصولوں پر مبنی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ناظرین وسامعین خصوصاً نوجوان نسل اس کے مضر اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں۔اس کے برعکس اگر ذرائع ابلاغ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کیا جائے تو اس کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور یہود و ہنود کی مسلمان نوجوان نسل کو فحاشی و عریانی کے ذریعے تباہ کرنے کے مذموم مقاصد کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔اور اللہ کی تائید و نصرت بھی شاملِ حال ہو گی۔

خلاصۂ بحث

معاشرے کے ارتقاء، تعمیر و ترقی اور استحکام کا دارومدار ذرائع ابلاغ کی کارکردگی پر منحصر ہوتا ہے۔آغاز وجودِ آدم سے ہی انسان اپنے خیالات، احساسات اور تصورات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے مختلف طرق وذرائع استعمال کرتا چلا آرہا ہے۔ جو "ابلاغ" کہلاتے ہیں۔ انسان کی معاشرتی ضروریات وایجادات کے ابلاغ کے مختلف طریقوں اور ذریعوں پر گہرے اثرات مرتب کرکے معاشروں کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام اور نبی کریم ﷺ کو بنی نوع انسان تک اپنے پیغام کے ابلاغ کے لیے مبعوث فرمایا۔ لہٰذا مسلم معاشرے کے ذرائع ابلاغ کو اسلام کے ضابطۂ حیات کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دینا ضروری ہیں۔اسلامی شعار پر عمل پیرا ہو کر مستحکم اسلامی معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1.Lois Maloof,Al-Munjad,Maktaba Qudosia,Lahore

Sourat ul Noor24:21

Ibn e Manzoor,Lisan ul Arab,Dar e Sadir,Beroot
2.Qasimi,Waheed ul Din,Al-Qamoos ul Waheed,Idara Islamiat,Lahore,2001
3.Sadi,Nafif ul Din,Iblagh e aama aur Dour e Jadeed,Decent Press,Karachi,1986
4.Mehdi Hassan,Iblagh e aam,Maktaba Karwan,Lahore,1974
5.Malik,Liaqat Ali,Umoor e Sahafat,Jarnalism,Dogar Publishers,Lahore,2007
6.Suhail Anjum,Media Roop aur Behroop, Majmooa Mazameen,New Dehli,India,2006
7.Shahid Iqbal ,Social Media,Sahafat Ki New Meraaj,21st Sadi mein Urdu Sahafat,Educational Publishing House,Dehli,2016
8.Al-Tirmzi,Muhammad Bin Esa,Al-Jame,Maktaba Rehmania,Lahore
9.Ibn e Maja,Muhammad Bin Yazeed,Al-Sunan,Maktaba Rehmania,Lahore
10.Zeeni,Syed Abdulsalal,Islami Sahafat(idara Maarif Islami,Lahore,1988
11.Al-Qusheri,Muslim Bin Hajjaj,Maktaba Rehmania,Lahore
Moudoodi,Syed Abu ul Ala,Islami Tahdib aur Is ke Usool o Mubadi,Islamic Publicasions,Lahore
12.Al-Bukhari,Muhammad Bin Ismael,Al-Jame Al-Saheeh,Maktaba Rehmmania,Lahore
13.Muhammad Qutab,Jadeed Jahliat,Al-Badar Publicasions,Lahore,1976
14.Abu Daweed,Sulan Bin Ashas,Al-Sunan,,Maktaba Rehmania,Lahore
Alvi,Dr Khalid,Islam ka Masharti Nizam,Al-Faisal Nashran,Lahore